نشریہ نمبر ۱۸
بمناسبت یوم خواتین ۱۴۱۵ھ

مسلمان عورت

کیوں پردہ کرتی ہے؟

از

ڈاکٹر سید جواد مصطفوی

ترجمہ و نگارش

سید سعید حیدر زیدی

ناشر

دانشگاہِ علومِ اسلامی

محمدی ڈیرہ ——— ملیر ——— کراچی

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"فاطمہ میرا پارہ تن ہے، میری آنکھوں کا نور ہے، میرا میوۂ دل ہے،
میری روح ہے جو میرے پہلو میں ہے اور فاطمہ انسان صفت حور ہے۔"

(ریاحین الشریعۃ ج ا ص ۲۱)

-------*-------

"جس نے اسے اذیّت دی اس نے مجھے اذیّت دی
جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا
جس نے اس کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا
جس نے اس کو رنجیدہ کیا اس نے مجھے رنجیدہ کیا"

(متفق علیہ)

یومِ خواتین

یومِ ولادتِ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

کی مناسبت سے طبع کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمان عورت کیوں پردہ کرتی ہے؟

مسلمان عورت کے پاس پانچ ایسے اصول اور اعتقادی بنیادیں ہیں جن کی رو سے وہ پردہ کرتی ہے اور مردوں کی نسبت اپنے جسم کا زیادہ حصّہ ڈھانپنا ضروری سمجھتی ہے۔ یہ پانچ اصول حسب ذیل ہیں۔

پہلا اصول : عقیدہ کا تقاضا

ہر انسان کو صرف ایک مرتبہ اس دنیا میں آنے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ ایک مرتبہ اس دنیا میں آئے، اسے جانچے، پرکھے، اس کی آزمائش کرے اور پھر دوسری مرتبہ آکر ان تجربات کی بنیاد پر زندگی بسر کرے۔ نیز ہر انسان فطرتاً کائنات میں موجود اشیاء سے ربط و ضبط کے بغیر یہاں رہ بھی نہیں سکتا۔ موجوداتِ کائنات سے انسان کا یہ ارتباط دو طرح کا ہوتا ہے ایک دائم، ہمیشہ رہنے والا اور بلا واسطہ و مستقیم جیسے اس کے اعضاء بدن اور ذہن میں موجود خیالات و افکار وغیرہ اور دوسرے عارضی، وقتی اور بالواسطہ و غیر مستقیم جیسے والدین اور افرادِ خانہ سے ربط و تعلق، افرادِ ملّت، حکومت وغیرہ سے ارتباط۔

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان روابط سے بھرپور فائدہ اٹھائے، ایک کامیاب زندگی بسر کرے اور کسی قسم کا خسارہ اور نقصان برداشت نہ کرے۔ انسان چاہتا ہے کہ اس کے دانت آخر عمر تک سالم اور بے داغ رہیں انہیں جوانی ہی میں نکلوا کر مصنوعی دانتوں کا سہارا نہ لینا پڑے، اس کی آنکھیں عمر کے آخری لحظات تک بینا اور روشن رہیں، نشہ آور اشیاء کے استعمال یا

شہوات کی زیادتی کی وجہ سے ان سے جوانی ہی میں ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے والدین اسے ہمیشہ عزیز رکھیں 'تا دیر ان کی شفقتوں کے سائے میں زندگی بسر کرے' وہ کبھی اس پر نفرت و غصّہ کی نگاہ نہ ڈالیں۔ خلاصہء کلام یہ کہ انسان اپنی پوری عمر کامیاب اور خوش و خرم گزارنے کا آرزومند ہوتا ہے۔

دوسری طرف انسانی عقل اس قدر کامل اور کافی نہیں کہ اس کے سامنے حق و باطل اور معقول و نامعقول کو واضح کرسکے اور زندگی کی پر پیچ و خم راہوں میں سے ان راہوں کی نشاندہی کرسکے جو اسے خیرو سعادت سے ہمکنار کرنے والی یا خطرات و زوال تک پہنچانے والی ہیں۔ عقل کا یہی ناکافی پن ہے جس کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ انتہائی غیر معمولی فہم و شعور رکھنے والوں کے مابین بھی تمام سماجی' سیاسی' اخلاقی' عقیدتی' فلسفی اور انتہا تو یہ ہے کہ سائنسی مسائل تک میں اختلافِ نظر پایا جاتا ہے۔

گزشتہ تاریخ میں بھی علماء و دانشور مختلف و متفاوت افکار و عقائد کے حامل تھے اور عصرِ حاضر کے صاحبانِ علم و حکمت بھی نہ صرف یہ کہ ماضی کے ان اختلافات کی بنیاد پر بٹے ہوئے ہیں بلکہ ایسے جدید خیالات و افکار کا بھی اظہار کرتے ہیں جن میں سے اکثر اختلاف اور تعددِ آراء کا موجب ہیں۔ نیز یہ دانشور اور دوسرے تمام لوگ بھی خود اپنی ذات اور کائنات سے مربوط امور میں غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کبھی یہ غلطیاں کم ہوتی ہیں اور کبھی زیادہ۔ بالآخر ان میں سے ہر فرد کا دفترِ حیات سیاہ و ذلت بار یا درخشاں و افتخار آفریں اوراق کے ساتھ بند ہو جاتا ہے' یہ دنیا سے سدھار جاتے ہیں اور دوسرے افراد کی زندگیوں کے نئے دفتر کھلتے ہیں اور وہ کائنات میں قدم رکھتے ہیں۔

مسلمان عورت بلکہ ہر مسلمان کی یہ آواز ہے کہ۔

> "میں زندگی کی اس پر پیچ و خم اور جگہ جگہ منہ کھولے کھڑی کھائیوں سے بھرپور رہ گزر سے فلاح و کامیابی تک پہنچنے کے لئے رہنمائی اور رہبری کے لئے خالق کائنات' مالک جن و انس کا محتاج ہوں اور اسے اپنے لئے بہترین دلیل و رہنما کے بطور منتخب کرتا ہوں اور اس کے ان احکام و فرامین کی پیروی کرتا ہوں جو اس

نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنے انبیاء اور کتب کے ذریعہ نازل فرمائے ہیں۔

میری عقل کہتی ہے کہ جو کوئی کسی کارخانہ، مشین یا کسی نظام کو استعمال کرنا چاہتا ہے تو وہ اس چیز کے تخلیق کار اور بنانے والے سے اس بارے میں رہنمائی حاصل کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں معمولی سے معمولی مشین کے ساتھ بھی ایک ہدایت نامہ موجود ہوتا ہے۔"

لہٰذا مسلمان عورت کہتی ہے کہ۔

"لباس کی وضع قطع میری زندگی سے مربوط ہزارہا مسائل میں سے ایک ہے جس کے دو ایک نہیں بلکہ کئی پہلو ہیں اور ظاہر ہے کہ میں اپنی عقل و ادراک کے ذریعہ اس بارے میں صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ سکتی۔ چنانچہ میں اس مسئلہ میں بھی اپنے مہربان خالق اور اپنی فکر و احساس اور فطرت کے صانع پروردگار سے رجوع کرتی ہوں جو اس بارے میں صریح الفاظ اور برہان و استدلال کے ساتھ واعظانہ انداز میں کہتا ہے کہ۔

"اور مومنات سے کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں علاوہ اس کے جو از خود ظاہر ہے اور اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبان پر رکھیں اور اپنی زینت کو اپنے شوہر، باپ دادا، شوہر کے باپ دادا، اپنی اولاد اور اپنے شوہر کی اولاد، اپنے بھائی اور بھائیوں کی اولاد اور بہنوں کی اولاد اور اپنی عورتوں اور اپنے غلام اور کنیزوں اور ایسے تابع افراد جن میں عورت کی طرف کوئی خواہش نہیں رہ گئی ہے اور وہ بچے جو عورتوں کے پردہ کی بات سے کوئی سروکار نہیں رکھتے ہیں ان کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ کریں اور خبردار اپنے پاؤں پٹک کر نہ چلیں کہ جس زینت کو چھپائے ہوئے ہیں اس کا اظہار ہو جائے اور صاحبانِ ایمان تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے رہو کہ شاید اسی طرح تمہیں فلاح و نجات حاصل ہو جائے۔"

(سورۂ نور ۲۴ آیت ۳۱)

مسلمان عورت کہتی ہے کہ۔

''میرے مہربان خالق نے خاندان کی تشکیل اور اس کے ذریعہ نسلِ انسانی کی بقا کے واسطے دو مخالف جنسوں کو خلق کیا ہے اور اس مقصد کے لئے ہم دونوں کی سرگرمیوں کے مطابق ہمیں جسمانی ساخت عطا کی ہے۔ رحم و بطن جو ۹ ماہ تک جنین کا گھر ہے اور پستان جو دو سال تک نومولود کو مزیدار اور اس کی جسمانی ضروریات کے مطابق غذا فراہم کرتے ہیں مجھے بخشے ہیں۔ مرد کو نہیں۔ اس مصلحت کے پیشِ نظر جس کی وضاحت کی ضرورت نہیں میرے چہرہ کو نرم و نازک اور بالوں سے عاری صاف و شفاف بنایا ہے اور مرد کے چہرہ کو نرم و لطیف بال عنایت کئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ باایمان مرد اپنے خالق کی حکمت کی تصدیق کرتے ہوئے ان بالوں کا ایک نمونہ (داڑھی کی صورت میں) ہمیشہ اپنے چہرہ پر باقی رکھتے ہیں۔''

علاوہ ازایں تمام حیوانات میں نر و مادہ اور خود انسانوں میں مرد و زن کی خلقت اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہی ہے جو مرد کے حونیات منویہ (Sperma Tozoa) اور عورت کے تاریک رحم میں موجود بیضوی خلیوں (Ovum) یا (Egg Cell) کی جو نر یا مادہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں دقیق اور خاص حساب کتاب سے صورت گری کرتا ہے۔

حیوانات کی تمام انواع اور سب انسانوں میں حتیٰ دور دراز اور چھوٹے چھوٹے دیہاتوں تک میں رہنے والوں میں بھی ہمیشہ آدھے نر اور آدھی مادائیں پیدا کرتا ہے اگر وہ صرف ایک سال صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا کردے تو صورتحال یہ ہو جائے کہ ۲۰ لڑکیوں سے شادی کے واسطے ایک مرد ہوگا اور اس عدم توازن کی بنا پر لڑکیاں بے حیثیت ہو جائیں۔ یا اگر اس کے برعکس ہو جائے اور مرد معقول حد سے کم پیدا ہوں تو لڑکیوں کی کمیابی کی وجہ سے ایک طرف تو معاشرہ افراتفری اور بدنظمی کا شکار ہو جائے اور دوسری طرف لڑکیوں کو بھی اضطراب و پریشانی کا

سامنا کرنا پڑے۔ یا پھر یہ ہو کہ ایک ایک لڑکی بیس بیس خاندان چلائے اور ظاہر ہے ایک عورت ایسی خفت آمیز زندگی پر موت کو ترجیح دے گی۔

مسلمان عورت کہتی ہے کہ۔

خداوندِ رحیم و مہربان اور علیم و حکیم خالق کائنات جس نے امور دنیا کو ایسی باریکی اور گہرائی سے منظم کیا ہے' انتہائی خوش اسلوبی سے انہیں چلا رہا ہے' جس نے اس قدر محکم اصولوں پر قوانینِ کائنات وضع کیے ہیں اس کے فرامین و احکام سے سرتابی میرے لئے کسی صورت روا نہیں اور جائز نہیں کہ میں دائیں بائیں کی انحرافی راہوں کی جانب رجحان پیدا کروں۔

دوسرا اصول : خاندان کی حفاظت

خاندان انسانی سماج کا بنیادی ستون ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کو حیوانات سے ممتاز بھی کرتا ہے۔ انسان اگر حیوانی زندگی کی سرحد کو عبور کرکے انسانی حیات بسر کرنے کا خواہشمند ہو تو اس کے لئے لازم ہے کہ ایک خاندان تشکیل دے۔ اس کی زندگی' اپنے بیوی بچوں' پوتوں نواسوں' بہوؤں دامادوں کے ساتھ بسر ہو۔ وہ اِس سے الفت و چاہت کا اظہار کریں اور یہ خود اپنی عمر کا ایک حصّہ اُن پر مہر و محبت نچھاور کرے اور بقایا عمر اُن کی محبتوں کے اظہار سے آسودگی حاصل کرے۔ انسان کی آرزو ہوتی ہے کہ احتضار کے وقت اور جانکنی کے عالم میں عزیز و اقربا اس کے گرد جمع ہوں اور ایسے عالم میں جب وہ اس کے فراق کے تصور سے نالہ و فغاں بلند کررہے ہوں وہ انہیں تلقین کرے' ہدایات دے' وہ خواہشمند ہوتا ہے کہ اسے عزت و احترام کے ساتھ سپردِ خاک کیا جائے اور اس کے بچّے موت کے بعد اسے یاد رکھیں' اس کا نام سن کر' اس کی تصویر دیکھ کر فخر و ناز کا احساس کریں۔ اس کے برعکس حیوانی زندگی میں یہ خصوصیات نہیں ہوتیں۔

خاندان کی تشکیل کی مذکورہ صورت تو وہ ہے جسے انسانی عقل و فطرت بھی قبول کرتی ہے اور دین بھی اس کی تائید و تاکید کرتا ہے۔ لیکن اس حوالہ سے ایک اور نظریہ بھی پیش کیا گیا

ہے جس میں خاندانی نظام کو ختم کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ اس خیال کو تقریباً چار ہزار سال قبل افلاطون نے پیش کیا اور عصرِ حاضر میں ایک مختصر عرصہ کے لئے کمیونزم نے اس کی تائید کی۔

اس نظریہ کو پیش کرنے والے کہتے ہیں کہ انسانوں کو بھی جانوروں اور چوپایوں کی مانند مشترکہ طور پر افزائش نسل کرنی چاہیۓ اور ان کے بچّوں کی بھی ایک ساتھ پرورش گاہوں میں نشوونما ہونی چاہیۓ۔ نہ کوئی ماں باپ اپنے بچّوں کو شناخت کر سکیں اور نہ بچّے اپنے والدین کو پہچانیں۔ تاکہ ان میں مہرو محبت کا کوئی رشتہ قائم نہ ہو سکے۔ لڑکے ان تربیت گاہوں میں پل بڑھ کر حکومت کے سپاہی اور مزدور بنیں اور لڑکیاں ایک عرصہ تک تو ان مشاغل میں مصروف رہیں جن کا حکومت ان کے لئے تعین کرے اور پھر بچّے جننے کا کام کریں اور مرد بالکل جانوروں کی مانند چند لحظات ان کے ساتھ گزاریں۔

ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ نظریہ رائج ہو جائے تو حکومت کے خلاف کسی کو سر اٹھانے کی مجال نہ ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں حکومت کے پاس ان پرورش گاہوں سے حاصل ہونے والی ایسی جذبات سے عاری اور شقی القلب سپاہ ہوں گی جو کسی کا پاس و لحاظ نہ کریں گی اور کیونکہ ان کے اور افرادِ معاشرہ کے درمیان اپنائیت اور مہرو الفت کا کوئی رشتہ نہ ہوگا اس لئے وہ انتہائی بے رحمی سے ان کی سرکوبی کریں گی اور مملکت کا نظم و نسق دوبارہ سے بحال ہو جائے گا۔[۱]

ظاہر ہے کہ یہ نظریہ انسانی فطرت و سرشت کے سراسر منافی ہے اور جب تک لوگوں کا شعور و وجدان بیدار ہے اس نظریہ کا عملی ہونا ناممکن ہے۔

بنابرایں خاندان کی تشکیل کے لازم ہونے اور افرادِ خانہ کے درمیان الفت و محبت کے اٹوٹ بندھن کی بنا پر مسلمان عورت کہتی ہے کہ۔

"میں جو خاندانی روابط میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہوں۔ انہیں کنٹرول

۱۔ جہاں تک مجھے یاد ہے افلاطون "خاندان کے خاتمے" کو صرف فوجیوں کے حصول کے لئے قبول کرتا تھا لیکن کمیونزم اس نظریہ کو پورے معاشرہ پر رائج کرنے کا قائل تھا۔

کرنے والی اور انہیں تنظیم دینے والی ہوں لہٰذا خاندانی نظام میں میری اس اہمیت کا تقاضا ہے کہ میں اپنی پوری عمر اپنے افکار' خواہشات' احساسات' جذبات اور تمام ظاہری و باطنی قوتوں کو اپنے ہمسر اور پیارے بچّوں کی خدمت کے لئے وقف کردوں اور ایک دقیقہ و لحظہ کے لئے بھی اس راہ سے انحراف نہ کروں اور کسی اور بارے میں سوچوں بھی نہیں۔

مجھے اتنا بھی گوارا نہیں کہ کسی بے کار اور بے شرم مرد کے تقاضے کا "نہ" کی صورت میں جواب دے کر ایک لحظ کے لئے بھی اپنی فکر کو اپنے شوہر' بچّوں اور پر سکون گھریلو زندگی سے ہٹاؤں۔ لہٰذا میں اپنے اس عقیدہ اور فکر کے برملا اظہار کے لئے اپنے وجود کو چادر سے ڈھانپتی ہوں تاکہ مجھے دیکھنے والا ہر مرد میرے اس عقیدہ کو جان لے اور مجھ سے کوئی فضول توقع نہ رکھے۔"

تیسرا اصول : خواہشات پر کنٹرول

تمام لڑکے اور لڑکیاں عمر کے ایک خاص حصہ میں جسے سنِ بلوغ کا نام دیا گیا ہے جنسِ مخالف کی جانب ایک خاص قسم کی کشش محسوس کرتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی فطری حس ہے جو ان کے باطن سے اٹھتی ہے۔ یہ کشش مصنوعی اور غیر حقیقی نہیں اس کے اظہار میں دھوکہ و ریاکاری کا دخل نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ تصنع و بناوٹ اور کسی کی تقلید کا نتیجہ ہوتی ہے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کا ہر روز ہزارہا مکانوں' دکانوں' شورومز' ہنرکدوں اور طرح طرح کے نظاروں کے سامنے سے گزر ہوتا ہے۔ ہزارہا انسان اور طرح طرح کی چیزیں ان کی نظروں کے سامنے سے گزرتی ہیں لیکن یہ ان پر محض ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈال کر گزر جاتے ہیں۔ اور اگر اس دوران ان کا ذہن گوشت و سبزی کی خریداری میں مشغول ہو یا ریاضی کے کسی مسئلہ کے حل میں مصروف ہو' یا کپڑوں کی سلائی یا کوئی نئی غذا بنانے کے بارے میں سوچ رہا ہو تب بھی یہ نظارے ان کی سوچ میں مخل نہیں ہوتے۔ لیکن ہاں اگر درمیانِ راہ میں کسی گل فروش کی دکان آجائے جہاں طرح طرح کے گلدستے سجے رکھے ہوں تو وہ ایک لمحہ کے لئے ٹھہر کر شوق و

رغبت سے انہیں دیکھتے ہیں اور یوں خواہ تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی ان کی سوچ کا دہارا منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن جنسِ مخالف پر نظر پڑنے کی صورت میں ان کی سوچ میں انتہائی شدید ہیجان بپا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ پھولوں کی خوشبو اور خوشنما رنگ انہیں ایک خاص عرصہ تک بھلے معلوم دیتے ہیں اور اس وقت تک ان کے دل کو بھاتے ہیں جب تک خوشبودار اور ترو تازہ ہوں لیکن جوں ہی ان کی خوشبو ختم ہوتی ہے اور وہ پژمردہ ہوتے ہیں لائقِ اعتنا نہیں رہتے اور یہ عرصہ چند گھنٹوں یا احتیاط کی صورت میں چند دنوں سے زیادہ طویل نہیں ہوتا۔ جب کہ جنسِ مخالف کی جانب کشش اس سے کہیں زیادہ قوی اور پائیدار ہوتی ہے۔

اس مقام پر ایک مسلمان لڑکی کہتی ہے کہ۔

"جنسِ مخالف کی سمت فطری میلان کی رو سے میری خواہش ہے کہ یہ کشش حقیقت کا روپ دھار لے۔ کسی کی شریک حیات بن کر ایک جنت نظیر گھر بناؤں۔ لیکن جب تک میں پڑھائی میں مصروف ہوں' کھانا پکانا' سینا پرونا سیکھ رہی ہوں یا کسی کام میں اپنے والدین کی معاونت کر رہی ہوں تو میں نہیں چاہتی کہ اس عرصہ میں اپنی سوچ کو کسی اور جانب مبذول کروں اور کسی کو خواستگاری کا جواب دوں۔ دوسرے یہ کہ جب میں شادی کرنا چاہوں گی' اپنی آرزوں کی تکمیل چاہوں گی تو میری خواہش ہوگی کہ اس بارے میں میرے ماں باپ فیصلہ کریں' میرے گھر کے صحن سے میری ڈولی اٹھے' خاص طور پر میرے باپ کا ہاتھ میرے سر پر ہو' اسی کی اجازت سے سب امور طے پائیں کیونکہ شرعی طور پر وہی میرا سرپرست ہے۔ مجھے کسی صورت گوارا نہیں کہ یہ اہم فیصلہ کوچہ و بازار اور دفتر و دکان میں ہو۔

میں ان نوجوان لڑکوں کو یہ بات سمجھانے کے لئے جن کے جذبات جنسِ مخالف کو دیکھ کر بھڑک اٹھتے ہیں سادگی اور بغیر کسی تصنع و بناوٹ کے اور دوسروں کو متوجہ کئے بنا راہ چلتی ہوں اور مردوں سے زیادہ لباس و پوشاک سے اپنی پردہ پوشی کرتی ہوں تاکہ انہیں جتا دوں کہ اگر مجھے اپنی شریکِ حیات بنانے کا قصد رکھتے ہو تو

میرے گھر آکے میرے والدین کے سامنے اپنا مدعا بیان کرو۔ اگر وہ راضی ہوں تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوجائیں اور اگر تفاہم نہ ہوسکے تو ہم میں سے ہر ایک کسی دوسرے شریکِ زندگی کا انتظار کرے۔"

البتہ جیساکہ واضح ہے یہ اصول لڑکے اور لڑکی دونوں کو زیب و زینت سے پرہیز کا پیغام دیتا ہے اور لڑکوں سے بھی تاکید کرتا ہے کہ وہ اس حد تک آرائش و زیبائش نہ کریں کہ جنسِ مخالف کے جذبات میں ہیجان پیدا ہوجائے۔ کیونکہ جس طرح قرآنِ کریم مسلمان عورتوں کو عفت و پاکدامنی کا حکم دیتا ہے اسی طرح مسلمان مردوں کو بھی نظریں جھکائے رکھنے کی تلقین کرتا ہے اور اپنے رسولؐ سے یوں فرماتا ہے۔

"قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ"

"اور پیغمبر آپ مومنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ یہی زیادہ پاکیزہ بات ہے اور بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔" (سورہ نور ۲۴ آیت ۳۰)

چوتھا اصول : تاریخ کی تائید

انسانیت کی مدون تاریخ کہتی ہے کہ عورتیں اس دور سے ۲۰۰ برس قبل بھی اپنی پاکیزہ اور سالم فطرت کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے اپنا سراپا مردوں سے زیادہ ڈھانپ کر رکھتی تھیں۔ اکثر عورتیں امورِ خانہ داری اور بچّوں کی پرورش میں مصروف رہا کرتی تھیں تاکہ یہ بچّے بڑے ہوکر بحسن و خوبی سماج کا انتظام و انصرام سنبھالنے کے قابل ہوجائیں۔ یہاں تک کہ صنعتی و ثقافتی انقلاب نے جنم لیا اور ایسے سرمایہ دار سامنے آئے جن کے دسیوں کارخانے اور فیکٹریاں تھیں جن میں ہزارہا کارکن و ہنرمندان کے ملازم تھے۔

کارخانہ داروں نے سوچا کہ اگر خواتین کو اپنے کارخانوں میں بطورِ کارکن بھرتی کریں تو ایک طرف تو یہ مردوں کی نسبت نصف تنخواہ پر کام کریں گی اور دوسرے لوگوں کو ان کی

پیداوار کے مصرف و استعمال پر راضی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ لیکن عورتوں کو اس راہ پر لانے میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کا حجاب ہے جو ان کی انسانیت اور شریعت کا تقاضا ہے اور جب تک عورتیں اس کی پابندی کرتے ہوئے گھروں میں اپنے بچّوں کی پرورش اور امور خانہ داری میں مشغول رہیں گی اس وقت تک وہ کارخانہ کا رخ نہ کریں گی' نہ ہی گھنٹوں انہیں شورومز کی زینت بنایا جاسکتا ہے تاکہ اس طرح لوگ ان کے کارخانہ کی مصنوعات' ظروف' گارمنٹس اور دوسری اشیاء کی طرف متوجہ ہوں۔

لہٰذا وہ سوچنے لگے کہ کس حیلہ بہانے سے عورتوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی فطری و انسانی ہویت سے دستبردار ہوجائیں اور اپنے سر سے چادر اتار پھینکیں تاکہ وہ ان کا فکری استحصال کریں' انہیں ذہنی غلامی میں لیں اور وہ بلاچوں وچرا ان کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے کارخانہ' فیکٹری اور شوروم میں حاضر ہوجائیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے کتابوں' مجلّوں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اپنی محفلوں و مذاکروں میں چادر کو سیاہ کفن سے تشبیہ دینا شروع کی۔ بے پردہ عورت کو متمدن' نیم عریاں کو آزاد اور پردہ دار عورتوں کو جاہل اور غیر متمدن متعارف کرایا۔

ان کی ان تمام مسموم اور دھوکہ و تزویر پر مبنی تبلیغات کا مقصد اپنے ان اہداف کا حصول تھا جنہیں ہم نے اوپر کی سطور میں بیان کیا۔ حالانکہ یہ مرد خود انہی عورتوں کی اولاد تھے جو عفت و حجاب کو ملحوظ رکھتی تھیں۔

خدایا! ہمیں دولت طلبی اور ہوس پرستی کی بے مہار خواہشات سے پناہ میں رکھ۔ کیونکہ اگر یہ کسی پر مسلط ہوجائیں تو وہ اپنی ان ماؤں کو بھی خطاکار ٹھہراتا ہے جن کی طرح طرح کی مشقتوں اور بے خوابیوں کے نتیجہ میں وہ ایک غلیظ قطرہ سے گوشت پوست کے پیکر میں ڈھلا' سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کے قابل ہوا اور آج اپنے فکری انحراف کی بنا وہ ان کی مخالفت پر کمربستہ ہے' ان کے طور طریقوں کا مذاق اڑا رہا ہے۔

پانچواں اصول : تقلید سے پرہیز

ہر انسان کے لئے اپنے بچپنے اور سنِ بلوغ تک پہنچنے سے قبل اپنے والدین اور افرادِ

معاشرہ کے طور طریقوں کی تقلید کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ لیکن سنِ بلوغ کو پہنچنے کے بعد اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے معاملات و امور کی انجام دہی کے سلسلہ میں غور و فکر، تامل و تفکر سے کام لے اور اندھی تقلید سے اجتناب برتے۔

اندھی تقلید انسانیت کا انتہائی پست درجہ ہے کیونکہ مقلد شخص اپنی انسانی حیثیت گنوا بیٹھتا ہے۔ اپنے اعمال و افعال کی لگام دوسروں کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے اور خود بے مایا اور تہیدست رہتا ہے۔ خداوندِ عالم ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ۔

"نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ"

"کیونکہ انہوں نے خدا کو فراموش کیا اس لئے خدا نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا۔" (سورہ حشر ۵۹ آیت ۱۹)

مسلمان عورت کہتی ہے کہ۔

"اپنے اپنائے ہوئے استدلال سے بھرپور فکری اور اعتقادی اصولوں کی بنا پر میں اپنے اوپر پردے کی پابندی لازم سمجھتی ہوں۔ مجھے کسی صورت دوسروں کی تقلید گوارا نہیں۔ میں اپنے فکر و شعور کی عنان دوسروں کے ہاتھ میں نہ دوں گی۔ ہر چند یہ لوگ تعداد میں مجھ سے کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ میں نے حضرت علیؑ کا یہ فرمان حرزِ جاں بنایا ہوا ہے کہ۔"

"لَا تَسْتَوْحِشُوْا فِی طَرِیقِ الْهُدٰی لِقِلَّةِ اَهْلِهٖ"

"حق و حقیقت کی راہ طے کرتے ہوئے اپنے ہمراہیوں کی قلت سے وحشت زدہ نہ ہو۔"

مسلمان عورت اپنے حجاب کی حفاظت کرتے ہوئے دنیا بھر کی بے حجاب عورتوں سے پوچھتی ہے کہ۔

"میں نے پردے کے سلسلہ میں اپنے اصول و مبانی کو بیان کیا۔ اب تم لوگ جو میری مخالف راہ اختیار کئے ہوئے ہو اپنی اس روش کے فکری اصول بیان کرو۔"

ہمارے خیال میں ان عورتوں میں شامل وہ خواتین جو کسی حد تک عقل و فہم سے بہرہ ور ہیں اور جو اندھی تقلید اور شہوت پرستی میں مبتلا نہیں ہیں اور جنہیں اس سوال کو سننے کی فرصت ہے وہ اس کا یہ جواب دیں گی کہ۔

"ہم نے اس راہ (بے پردگی) کو اختیار کرتے ہوئے غور و فکر اور تحقیق سے کام نہیں لیا۔ ہم نے تو بس اپنی پیشرو خواتین کی تقلید کی ہے۔ ہم نے جب سے آنکھ کھولی ہے، اپنی ماں بہنوں، دادی نانی کو اسی روش پر گامزن دیکھا ہے۔ میری ماں نے میرے لئے ایسا ہی لباس پسند کیا، میری بہن نے ایسا ہی لباس مجھے تحفہ میں دیا اور میں نے خود اپنی بچیوں کو یہی لباس پہنایا ہے۔

مقنعہ و چادر کا رواج میرے ملک میں ہے ہی نہیں۔ کبھی میرے ذہن میں اس کے بارے میں خیال بھی نہیں آیا۔"

کم و بیش یہی وہ جواب ہے جو دنیا بھر کی بے پردہ عورتیں، پردہ دار عورت کے سوال کے جواب میں دیتی ہیں۔

درحقیقت انہیں یہ کہنا چاہئے کہ نہ صرف ہم اپنے لباس کے بارے میں تقلید اور بے دلیل پیروی کرتے ہیں بلکہ ہمارے اکثر و بیشتر معاملات اسی طرح ہیں۔ مثال کے طور پر جوتے ہی کو لے لیجئے۔ خداوندِ عالم نے انسانی بدن کو ایک خاص حجم و ساخت کے تحت خلق کیا ہے۔ ایک ایک عضو بدن کو اس کے افعال کے لحاظ سے خاص شکل و صورت اور مواد سے بنایا ہے۔ پیر کا پنجہ جسم کا وزن برداشت کرنے اور چلنے پھرنے میں سہولت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے بنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذی شعور اور اندھی تقلید و فیشن سے اجتناب برتنے والی خواتین اپنے لئے جوتے کا انتخاب کرتے وقت جسمانی ساخت اور سہولت کو پیشِ نظر رکھتی ہیں۔ لیکن فیشن کی ماری عورتیں غیر معمولی طور پر اونچی ہیل کی جوتیاں پہنتی ہیں جو نہ صرف سہولت سے چلنے پھرنے، قدم اٹھانے میں ان کے لئے مشکل ایجاد کرتی ہیں بلکہ قدرتی جسمانی ساخت کے ساتھ ناموزوں ہونے کی بنا پر ان کے لئے جسمانی عارضوں کا سبب بھی بنتی ہیں۔ ان عورتوں کا یہ عمل محض اندھی تقلید اور فیشن پرستی کا نتیجہ ہے اس میں غور و فکر کو دخل نہیں اور سہولت کو

ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

نہ صرف ان عورتوں بلکہ انصاف پسند اور ذی شعور مردوں کو بھی یہ کہنا چاہئے کہ۔

”ہم جو خود اپنے ہاتھوں سے (ٹائی کی صورت میں) اپنے گلے کو پھندا لگاتے ہیں اور اس طرح سانس لینے میں دشواری پیدا کرتے ہیں تو ہمارے اس عمل کی پشت پر فہم و شعور کار فرما نہیں بلکہ یہ اندھی تقلید پر مبنی ہے اور ہم جو اپنی داڑھی مونچھیں مونڈتے ہیں تو اس کی حمایت میں بھی تقلید کے سوا ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں۔“

مسلمان مرد و عورت کیونکہ صرف خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ ہر قسم کے اور ہر شکل و صورت کے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ لہٰذا اجنبی ہاتھوں سے آنے والی ہر سوغات کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کر لیتے۔ حقیقی ٹیکنالوجی اور صنعتی ترقی کا استقبال کرتے ہیں لیکن فحاشی، عیاشی، ہوا پرستی، بے ہودہ لباس اور نامناسب آرائش و زیبائش کے خلاف ہیں۔ ہرچند اس روش کی بنا پر مغرب ہمیں طرح طرح کے مضحکہ خیز خطاب دے، غیر متمدن اور فرسودہ خیالات کا حامل کہے اور اس کے ذرائع ابلاغ چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیں لیکن ہمارا خدا واقف ہے، ہم خود بھی جانتے ہیں اور دنیا بھر کے تمام ذی شعور اور انصاف پسند مرد و زن بھی سمجھتے ہیں کہ مسلمان عورت کا موقف عقل و منطق پر مبنی ہے، خداداد فطرت اور سرشت کے عین مطابق ہے جب کہ اس کے مخالف بات محض خواہشات کی پیروی اور اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔

خداوندِ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے صدقے میں ہمیں اپنے فرائض سے آشنا اور ان کی انجامدہی کی توفیق عطا فرما۔